ہندوستانی مسلمانوں کی معاشی ترقی ☆

خالدسیف اللہ رحمانی

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وعلىٰ آله وأصحابه أجمعين ، ومن تبعهم بإحسان إلىٰ يوم الدين ، أما بعد .

جناب صدر ، بزرگانِ محترم ، علماء کرام اور دانشوران ذی احترام ! اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے قیام پر ۲۰؍سال کا عرصہ مکمل ہورہا ہے، اس عرصہ میں اس نے ۱۹؍عالمی فقہی سیمینار کئے ہیں، جن میں تقریباً ڈیڑھ سو جدید مسائل پر فقہی نقطۂ نظر سے بحث ہوئی ہے اور تجاویز منظور کی گئی ہیں ، ۲۳؍ورکشاپ ، توسیعی خطبات اور تربیتی پروگرام رکھے گئے ہیں، عمومی طور پر ان کا نفع محسوس کیا گیا ہے، ۸۶؍کتابیں اُردو، عربی ، انگریزی ، ہندی ، فارسی ، ملیالم، تلگو، بنگلہ اور گجراتی وغیرہ میں شائع کی گئی ہیں اور یہ سب علمی وتحقیقی موضوعات پر ہیں، سب سے اہم بات یہ ہے کہ اکیڈمی نے افراد سازی اور مردم گری پر اول دن سے توجہ دی ہے اور یہ اکیڈمی ہی کی کاوشوں کا اثر ہے کہ ملک میں آج درجنوں نوجوان فضلاء اہم فقہی موضوعات اور نئے مسائل پر تحقیقی کام کررہے ہیں۔

موجودہ سیمینار بھی اکیڈمی کی ایسی ہی کاوشوں کا ایک حصہ ہے، اصطلاحی اعتبار سے تو فقہی موضوعات میں سے نہیں، مگر وسیع تر مفہوم میں ''فقہ الحیاۃ'' کے موضوع سے مربوط ہے؛ کیوں کہ معاش کے بغیر انسانی زندگی کا تصور نہیں کیا جاسکتا؛ اسی لئے اسلام نے کسبِ معاش کی ترغیب دی ہے اور اس کو بعض دوسرے مذاہب کی طرح تقویٰ اور خدا پرستی کے مغائر قرار نہیں دیا۔

معیشت کے سلسلہ میں اگر اسلام کے بنیادی تصور کو واضح کیا جائے تو انھیں چند نکات میں اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے :

(الف) زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح معیشت کے بارے میں بھی اسلامی تعلیمات اعتدال پر مبنی ہیں،

☆ ہندوستانی مسلمانوں کی معاشی ترقی کے موضوع پر اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے زیر اہتمام منعقدہ: ۲۴-۲۵؍اکتوبر ۲۰۰۹ء سیمینار کا کلیدی خطبہ۔

اسلام نے مال کو ''خیر'' (البقرۃ: ۲۱۵) اور ''فضل الٰہی'' (الجمعہ: ۱۰) سے تعبیر کیا ہے، جس سے ظاہر ہے کہ مال کے حقوق ادا کرتے ہوئے اسے حاصل کرنا اسلام کی نظر میں کوئی مذموم بات نہیں ہے؛ بلکہ مباح اور بعض حالات میں واجب ہے، قرآن مجید میں ۳۲ رمواقع پر تو اُسلوب وتعبیر کے قدرے فرق کے ساتھ صراحتاً زکوٰۃ دینے کی تلقین کی گئی ہے اور صرف ایک آیت میں زکوٰۃ لینے کا ذکر فرمایا گیا ہے، یہ اس بات کی طرف لطیف اشارہ ہے کہ قرآن چاہتا ہے کہ اُمت میں زکوٰۃ دینے والے مرفہ الحال افراد زیادہ ہوں اور زکوٰۃ لینے والے تنگ دست حضرات کم ہوں، اسی کو رسول اللہ ﷺ نے: ''الید العلیا خیر من الید السفلیٰ ''(۱) سے تعبیر فرمایا ہے اور نماز کے بعد کسب حلال کو اہم ترین فریضہ قرار دیا ہے: ''کسب الحلال فریضة بعد الفریضة'' اس لئے مسلمانوں کی معاشی ترقی کے سلسلہ میں غور کرنا، اس مسئلہ کے لئے منصوبہ بندی کرنا اور اُمت کے پسماندہ لوگوں کو معاشی ترقی کے اعتبار سے اوپر اُٹھانے کی کوشش کرنا ایک مستحسن عمل اور اجتماعی فریضہ ہے۔

(ب) معیشت کے سلسلہ میں اسلام کے بنیادی تصورات میں سے یہ بھی ہے کہ کسب وصَرف یعنی مال کا حاصل کرنا اور اس کا خرچ کرنا اس طور پر ہو کہ وہ افراد اور سماج کے لئے نفع بخش ہو، نقصان دہ نہ ہو؛ اسی لئے قمار کو منع کیا گیا کہ اس کی وجہ سے کسی معقول سبب کے بغیر بہت سے لوگوں کی دولت ضائع ہو جاتی ہے اور انسان کے اندر بغیر محنت کے دوسروں کا مال ہڑپ لینے کا مزاج پیدا ہوتا ہے، ایسی چیزوں کی تجارت سے منع کیا گیا جو لوگوں کے لئے نقصان دہ ہو، جیسے: منشیات، تجارت میں احتکار سے منع کیا گیا؛ کیوں کہ ذخیرہ اندوزی کا عمل ایک شخص کو فائدہ پہنچاتا ہے اور پورے سماج کو نقصان، اسی طرح خرچ کرنے میں بھی فرد اور سماج کے نفع ونقصان کو ملحوظ رکھا گیا، فضول خرچی کی ممانعت کی گئی؛ کیوں کہ اس سے قومیں معاشی پسماندگی میں مبتلا ہوتی ہیں اور تعلیم، صحت اور دوسرے مفید کاموں میں خرچ نہیں کر پاتی ہیں۔

(ج) اسلام میں اس بات کو بڑی اہمیت دی گئی کہ دولت چند ہاتھوں میں سمٹ کر نہ رہ جائے؛ بلکہ وہ زیادہ سے زیادہ تقسیم ہو اور گردش میں رہے: ''مَا أَفَاءَ اللهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ أَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِیْ الْقُرْبٰی وَالْيَتَامٰی وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ ''(الحشر: ۷) چنانچہ قدرتی وسائل اگر شخصی زمین میں بھی دریافت ہوں تو ان کا معتد بہ حصہ بیت المال کا حق قرار دیا گیا؛ تاکہ تمام لوگ اس سے فائدہ اُٹھا سکیں، میراث کا مکمل نظام مقرر ہوا، زکوٰۃ وعشر کو واجب قرار دیا گیا، وغیرہ — غرض کہ شریعت میں یہ بات پسندیدہ نہیں ہے کہ سماج میں دولت اور اس کے وسائل چند ہاتھوں میں مرتکز ہو کر رہ جائیں۔

(د) اسلام میں نفع کا فطری تصور ہے؛ اسی لئے سود کو حرام قرار دیا گیا، سود ایک غیر فطری چیز ہے؛

(۱) صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب لاصدقۃ إلا عن ظہر غنی، حدیث نمبر: ۱۳۶۱۔

کیوں کہ خود پیسوں سے پیسے پیدا نہیں ہوسکتے اور سودخوار یہ فرض کرکے نفع وصول کرتا ہے کہ اس کے پیسوں سے لامحالہ پیسوں میں اضافہ ہوگا؛ اسی طرح اسلام میں انسانی محنت کو بڑی اہمیت دی گئی ہے؛ کیوں کہ فطری اُصول یہ ہے کہ جب تک مال کے ساتھ انسانی محنت کی شمولیت نہ ہو، وہ نفع آور نہیں ہوتا، اسی اُصول پر اسلام میں استثمار کے طریقوں میں مضاربت اور مزارعت شامل ہے، مضاربت میں ایک شخص کا سرمایہ ہوتا ہے اور دوسرے کی محنت اور مزارعت میں ایک شخص کی زمین ہوتی ہے اور دوسرے کی محنت، دونوں صورتوں میں یہ ضروری ہے کہ فریقین کی رضامندی ہو اور کہ محنت کار کے نفع کا تناسب زیادہ رکھا جائے۔

اسلام کے نظامِ معیشت میں —— جیسا کہ عرض کیا گیا —— بلکہ پورے نظامِ حیات میں اس بات کو بنیادی اہمیت حاصل ہے کہ کوئی ایسا عمل نہیں ہونا چاہئے، جو فطرت سے بغاوت پر مبنی ہو؛ اسی لئے تلقی جلب، بیع حاضر للبادی، تناجش اور احتکار وغیرہ کو منع کیا گیا؛ کیوں کہ ان تمام صورتوں میں قیمتوں میں غیر فطری اُتار چڑھاؤ پیدا کیا جاتا ہے، آج کل تشہیری وسائل (Advertising) کے ذریعہ مصنوعی طور پر چیزوں کی طلب بڑھائی جاتی ہے، یہ بھی اسلام کی نظر میں پسندیدہ نہیں ہے؛ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے تجارت میں جھوٹ بولنے اور دھوکہ دینے سے منع فرمایا ہے اور کسی چیز کے فائدہ کو مبالغہ کے ساتھ بیان کرنا اور اس کے نقصانات کے پہلو پر پردہ ڈالنا بھی جھوٹ میں داخل ہے، جس کا زبردست مظاہرہ موجودہ دور میں اشتہارات کے ذریعہ ہوتا رہتا ہے۔

اس عہد میں اسلام کے مقابلے میں دو بڑے معاشی نظام وجود میں آئے، ایک: اشتراکیت، جس نے ستر سالہ تجربہ کے بعد اپنی جائے پیدائش ہی میں دم توڑ دیا اور جہاں اب بھی باقی ہے وہاں بھی اس نے اپنے بعض بنیادی تصورات سے سبکدوشی قبول کر لی ہے؛ اشتراکیت کی بنیاد دو نظریات پر تھی: معاشی مساوات اور اجتماعی ملکیت، اور یہ دونوں ہی باتیں قانونِ فطرت کے خلاف ہیں، خدا نے انسان کے اندر صلاحیتوں کا فرق رکھا ہے اور معاشی ترقی میں انسان کی صلاحیت اور لیاقت کا بڑا دخل ہے، اس کے باوجود ان سب کے درمیان معاشی مساوات ایک خواب تو ہوسکتا ہے، حقیقت نہیں بن سکتا، اسی طرح افراد کے اندر اپنی املاک میں محنت کرنے اور اسے ترقی دینے کا فطری جذبہ ہوتا ہے، ایسی چیز جو تنہا اس کی ملکیت نہ ہو؛ بلکہ سماج کی ملکیت ہو، اس میں محنت کا جذبہ اس درجہ نہیں پایا جاتا؛ لیکن اشتراکیت کے نمائندوں نے اجتماعی ملکیت کا تصور دیا اور انفرادی ملکیت کا انکار کیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں میں محنت کرنے کا فطری جذبہ مفقود ہوتا گیا اور معاشری ترقی رُک گئی، اسلام کا تصور یہ ہے کہ بنیادی ضرورتیں سبھوں کو مہیا ہوں؛ لیکن یہ ضروری نہیں کہ معاشی معیار بھی سب کا ایک ہی ہو، اسی طرح اسلام انفرادی ملکیت کا قائل ہے؛ لیکن افراد پر اس بات کو واجب قرار دیتا ہے کہ وہ اپنے مال میں سماج کا حق محسوس کریں، نیز شریعت اسلامی میں زیادہ تر قدرتی وسائل کو حکومت کی ملکیت قرار دیا گیا ہے؛ تاکہ اس کا نفع زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچ سکے۔

اسی طرح سرمایہ دارانہ نظام بھی اس وقت موت وزیست کی کیفیت میں ہے؛ کیوں کہ اس نظام میں افراد کو ایسا بے لگام بنا دیا ہے کہ ان کے لئے کوئی اخلاقی سرحد نہیں ہے، سرمایہ دارانہ نظام کی سب سے بڑی خرابی سود اور قمار کی اجازت ہے؛ کیوں کہ یہ نفع حاصل کرنے کے غیر فطری طریقے ہیں، اس میں مال کو مبالغہ آمیز اہمیت دی جاتی ہے اور مزدوروں کی محنت کو کوئی خاص درجہ نہیں دیا جاتا ہے، یہ نظام ذخیرہ اندوزی کی اجازت دیتا ہے؛ حالاں کہ یہ سماج کے غریب لوگوں کے ساتھ ظلم ہے، اس میں مصنوعی طور پر صارفیت کو بڑھایا جاتا ہے اور اشتہارات اور بے جا ترغیبات کے ذریعہ سماج کا مزاج بنایا جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ضروریات پر قانع نہیں رکھے؛ بلکہ خواہشات کا غلام بن جائے اور اپنی صلاحیت سے زیادہ خرچ کرے؛ تاکہ سرمایہ داروں کو زیادہ سے زیادہ نفع پہنچے، چاہے غریب لوگ قرض اور فضول خرچی کے بوجھ سے دب کر مر ہی کیوں نہ جائیں۔

ان حالات میں خاص طور پر ضرورت ہے کہ اسلام کے معاشی نظام کو اس کی معقولیت اور منطقیت کے ساتھ دنیا کے سامنے رکھا جائے اور واضح کیا جائے کہ انسانیت کی حقیقی فلاح و بہبود اور معاشی اعتبار سے عدل کا قائم کرنا اس کے بغیر ممکن نہیں۔

حضرات ! ہندوستان ایک ایسا ملک ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ قدرتی اور افرادی وسائل سے نوازا ہے، تقریباً تمام ہی قدرتی وسائل اس ملک میں موجود ہیں اور افرادی وسائل کا حال یہ ہے کہ ایشیاء، یورپ اور امریکہ میں بے شمار ہندوستانی ماہرین اور مزدور کام کر رہے ہیں اور ان کی خدمت کو ہر جگہ تحسین کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، ان میں ایک اچھی خاصی تعداد مسلمانوں کی بھی ہے، مسلمان اس ملک کی دوسری سب سے بڑی اکثریت یا پہلی بڑی اقلیت ہیں اور انڈونیشیا کے بعد سب سے زیادہ مسلمان اسی ملک میں آباد ہیں، کم وبیش ایک ہزار سال تک اس ملک کے مختلف خطوں پر مسلم سلاطین کی حکومت بھی رہی ہے؛ لیکن اس وقت مسلمان یہاں انتہائی درجہ پسماندہ ہیں؛ چنانچہ ۱۹۹۹-۲۰۰۰ء کے ایک سروے کے مطابق شہری علاقوں میں 24% اور دیہاتوں میں 31% کے قریب مسلمان خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں، ایک قومی سطح کے سروے کے مطابق بیس فیصد مالدار لوگ وہ تھے جن کی فی کس آمدنی کا اوسط شہر میں =/1120 روپے ماہانہ اور دیہات میں =/615 روپے ماہانہ تھا، ایسے لوگوں کا اوسط قومی سطح پر بالترتیب 16% اور 15% ہے اور مسلمانوں میں یہ اوسط صرف 6% اور 12% ہے۔

معاش کے بنیادی طور پر تین ذرائع ہیں، تجارت، ملازمت اور صنعت --- یہ حقیقت ہے کہ اس ملک میں مسلمانوں کا تجارت کی طرف رجحان مسلمانوں کے دور حکومت ہی سے کم تھا، پھر آزادی کے بعد بہت سے مسلمان سرمایہ دار پڑوسی ملک کو منتقل ہوگئے اور جو یہاں رہے، فرقہ وارانہ فسادات نے ان کی کمر توڑ دی؛ کیوں کہ ان فسادات میں مسلمانوں کی تجارت اور معیشت کو خاص طور پر نشانہ بنایا جاتا تھا۔

مسلمانوں میں ملازمت کا رجحان زیادہ تھا؛ لیکن چوں کہ انگریزوں کے خلاف جدو جہد میں مسلمان پیش پیش تھے اور انگریز بھی ان کو اپنا بڑا دشمن خیال کرتے تھے، وہ سمجھتے تھے کہ چوں کہ حکومت مسلمانوں کے ہاتھ سے چھینی گئی ہے؛ اس لئے وہی ہماری حکومت کے اصل باغی ہیں اور ان کو زیر کرنا اور محروم کرنا ضروری ہے؛ اس لئے منصوبہ بند طور پر مسلمانوں کے لئے سرکاری ملازمت کے مواقع محدود کردیئے گئے، آزادی کے بعد نقل مکانی اور اُردو زبان کی سرکاری حیثیت ختم کردینے کی وجہ سے ملازمت میں ان کا تناسب اور کم ہوگیا، فرقہ وارانہ تعصب نے بھی مسلمانوں کو بے حد نقصان پہنچایا، صنعتی ترقی کے لئے کثیر سرمایہ اور قانونی سہولتوں کی ضرورت ہوتی ہے؛ چنانچہ معاشی پسماندگی اور ملک کی انتظامیہ میں فرقہ پرست افسروں کے درآنے کی وجہ سے صنعت میں بھی ان کا حصہ کم سے کم تر ہوتا چلا گیا۔

اسی پس منظر میں موجودہ حالات میں ہندوستان میں مسلمانوں کی معاشی ترقی کے لئے چند اُمور پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے :

(۱) مسلمانوں کے لئے ہندوستان میں سرمایہ کاری کے مواقع بہت محدود ہوگئے ہیں؛ کیوں کہ اسلام نے سود کو حرام قرار دیا ہے اور بینک کا نظام اصلاً سود پر مبنی ہے؛ اسی لئے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد منافع حاصل کرنے کے لئے بینکوں میں اپنی رقم محفوظ نہیں کرتی، یہی حال انشورنس کمپنیوں کا ہے کہ سود و قمار پر مشتمل ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کا دین دار طبقہ اختیاری طور پر انشورنس سے استفادہ نہیں کرتا، اسٹاک ایکسچینج میں گو ان کے لئے گنجائش موجود ہے؛ لیکن بہت سی کمپنیاں وہ ہیں جن کے کاروبار جواز کے دائرہ میں نہیں ہیں؛ اس لئے وہ میچول فنڈ سے بھی استفادہ نہیں کرپاتے؛ البتہ یہ خوش آئند بات ہے کہ بعض ایسے ادارے قائم ہوگئے ہیں جو حلال وحرام کمپنیوں کے بارے میں نشاندہی کرتے ہیں۔

ان حالات میں ہندوستان میں اسلامی مالیاتی اداروں کا قیام نہایت اہمیت کا حامل ہے، اس سے ایک طرف سرمایہ کاروں کو حلال نفع مل سکے گا، دوسری طرف مسلمان تاجروں اور صنعت کاروں کو شرکت ومضاربت کے اُصول پر سرمایہ حاصل ہوگا اور ممکنہ خطرات سے نبرد آزما ہونے کے لئے اسلامی تکافل سے مدد لی جائے گی، اگر ہندوستان میں اسلامی بینک کاری شروع ہوجائے تو اُمید کی جاتی ہے کہ بہت سے مسلم ممالک کے سرمایہ کار بھی ان کے واسطہ سے یہاں اپنا سرمایہ مشغول کریں گے؛ اس لئے اگر حکومت ہند اسلامی بینک کاری کا دروازہ کھولتی ہے تو اس سے نہ صرف مسلمانوں کی دیرینہ آرزو پوری ہوگی اور انھیں معاشی ترقی حاصل ہوگی؛ بلکہ ملک کو بھی فائدہ پہنچے گا۔

(۲) دوسرا اہم مسئلہ مسلمانوں میں تعلیمی اوسط کو بڑھانے کا ہے، ۲۰۰۱ء کی مردم شماری کے مطابق مسلمانوں میں خواندگی کا اوسط ۵۹ رفیصد اور عورتوں میں ۵۰ رفیصد ہے؛ جب کہ ہندوؤں میں ۶۵ رفیصد اور ہندو

خواتین میں ۵۳ ؍فیصد سے کچھ اوپر ہے ، یہ ہندوستان میں بسنے والی تمام مذہبی اکائیوں میں سب سے کم شرح خواندگی ہے، ورنہ جین کمیونٹی میں عام شرح خواندگی ۹۴ ؍فیصد اور خواتین میں ۹۱ ؍فیصد کے قریب ہے، یہاں تک کہ بودھ فرقہ میں بھی جو پسماندہ ترین سمجھے جاتے ہیں، شرح خواندگی ۷۳ ؍فیصد ہے۔

۲۰۰۰ء کی مردم شماری کے مطابق ۱۵ سال اور اس سے زیادہ عمر کے مسلمانوں میں تعلیم کا تناسب پرائمری سطح تک 25.40 فیصد، مڈل میں 13.86 فیصد، سکنڈری میں 7.78 فیصد، ہائر سکنڈری میں 3.43 فیصد اور گریجویشن اور اس سے اوپر 2.52 فیصد ہے، مسلمانوں میں اسکول جانے والے بچوں کی تعداد 61.9 فیصد ہے، جب کہ اسکول جانے والے بچوں کی قومی شرح 72 فیصد ہے، چھ تا چودہ سال کی عمر میں تعلیمی سلسلہ منقطع کرنے والے بچوں کا اوسط مسلمان سماج میں 7 فیصد ہے؛ جب کہ قومی سطح پر یہ تناسب 4.8 فیصد ہے، اگرچہ گزشتہ دو دہائیوں سے مسلمانوں میں تعلیمی رجحان بڑھا ہے اور جنوبی ہند کی ریاستوں میں مسلمانوں نے اپنے تعلیمی ادارے بھی بہ کثرت قائم کئے ہیں، مگر اب بھی تعلیم میں ہم کافی پسماندہ ہیں۔

یوں تو ہمیشہ سے ہی معیشت کا تعلق تعلیم سے رہا ہے، مگر موجودہ دور میں معاشی ترقی کے لئے اس کی اہمیت وضرورت اور بھی بڑھ گئی ہے، جب تک تعلیمی اعتبار سے مسلمانوں کی حالت بہتر نہ ہو، وہ معاشی پسماندگی کے دلدل سے باہر نہیں نکل سکتے، موجودہ حکومت ایک حد تک مسلمانوں کے لئے تعلیمی مواقع بڑھانے پر توجہ دے رہی ہے؛ لیکن یہ مسلم سماج کی پسماندگی کے لحاظ سے اب بھی بہت کم ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ سرکاری سطح پر بھی اس کے لئے کوششیں ہوں اور مسلمان تنظیمیں بھی ایسے ادارے قائم کریں جوان مسلمان نوجوانوں کی مدد کریں، جو بعض دفعہ بہت معمولی اسباب کی بناء پر تعلیم کا سلسلہ منقطع کر دیتے ہیں، نیز مسلمان تعلیم یافتہ نوجوانوں کو اعلیٰ مسابقتی امتحانات کے لئے تیار کریں۔

(۳) مسلمان تاجروں، صنعت کاروں اور کاشتکاروں کے لئے بھی رہنما اداروں کی ضرورت ہے، جن میں ماہرین ایسی چیزوں کی نشاندہی کریں، جن کی تجارت مفید ہو سکتی ہے، کونسی صنعت اس وقت اس کے حالات کے لحاظ سے بہتر ہو سکتی ہے اور کس علاقہ میں کونسی کاشت بارآور ہو سکتی ہے اور اس کے لئے کیا مواقع ہیں؟ ان کے بارے میں معلومات فراہم کریں، اسی طرح مسلمان تاجر، کاشت کار اور صنعت کار اپنی پیداوار کو کس طرح اور کہاں برآمد کر سکتے ہیں، اس کی رہنمائی کریں، ایسے رہنما ادارے مسلمانوں کی معیشت کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

(۴) ایک اہم ضرورت یہ ہے کہ مسلمانوں کو تجارت کی طرف راغب کیا جائے اور اس کے لئے ان کا ذہن بنایا جائے؛ کیوں کہ تجارت خود اختیاری چیز ہے، عام قسم کی تجارت میں نہ حکومت کی مدد ضروری ہے نہ

پرائیوٹ کمپنیوں کی ؛ بلکہ حوصلہ، شعور اور محنت کی ضرورت ہے اور اکثر فقہاء کے نزدیک تجارت کو کسب کی دوسری صورتوں پر فضیلت حاصل ہے، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود تجارت فرمائی ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تاجر تھے اور زیادہ تر صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذریعہ معاش یہی تھا۔

(۵) ناخواندہ اور کم تعلیم یافتہ مسلمان مردوں اور خواتین کو باعزت روزگار سے مربوط کرنے کے لئے اسلامی شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے مائیکرو فائنانس (Micro Finance) کا نظام قائم کرنا بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے، اس طرح نہ صرف سماج کے غریب لوگ باعزت طور پر زندگی گزارنے کے لائق ہو سکیں گے؛ بلکہ اس سے غربت سے پیدا ہونے والی سماج برائیوں کو بھی دور کیا جاسکتا ہے۔

حضرات ! اس وقت سیمینار کا مقصد یہی ہے کہ شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے ہندوستانی مسلمانوں کے لئے معاشی ترقی کے مواقع پر غور کیا جائے اور رہنما خطوط متعین کئے جائیں کہ مسلمان کس طرح معاشی پسماندگی سے باہر آسکتے ہیں اور ملک کی ترقی وخوشحالی میں بھی اپنا کردار ادا کرنے کے لائق بن سکتے ہیں، نیز ہندوستان میں اسلامی بینک کاری کے مواقع اور امکانات کا جائزہ لیا جائے اور اس کے لئے علمی، سماجی اور سیاسی سطح پر کوششیں کی جائیں، اس موقع پر اس بات کی وضاحت مناسب ہوگی کہ اکیڈمی شروع سے غیر سودی بینک کاری کے موضوع کو اہمیت دیتی رہی ہے، اس نے اس موضوع کو اپنے دوسرے، تیسرے اور چوتھے سیمینار میں بحث کا مستقل موضوع بنایا ہے، نیز ماہرین اقتصادیات اور ارباب افتاء کے اشتراک سے ایک جامع رپورٹ تیار کی ہے جو طبع ہو چکی ہے، پھر اسلامی معاشیات سے متعلق کم سے کم ۲۳ رموضوعات مختلف سیمیناروں میں زیر غور آچکے ہیں۔

اس وقت اکیڈمی اس سیمینار کا انعقاد اس لئے کر رہی ہے کہ معیشت سے ایک مسلمان کی صرف دنیوی ضرورتیں ہی متعلق نہیں ہیں؛ بلکہ مفلس وکم معاش قوم فکری، تہذیبی یہاں تک کہ مذہبی اعتبار سے بھی احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتی ہے اور بعض دفعہ تو یہ صورت حال ان کو کفر وارتداد تک پہنچا دیتی ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**كاد الفقر أن يكون كفرا**" (۱) خدا کرے یہ سیمینار اس سلسلہ میں مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کر سکے اور اپنے مقاصد واہداف کے اعتبار سے نتیجہ خیز ثابت ہو۔

وبالله التوفيق وهو المستعان .

○ ○ ○

---

(۱) شعب الایمان للبیهقی، حدیث نمبر: ۶۶۱۲۔